

کھانے اور پینے کے بارے میں روایات

(جَامِعُ مَا جَاءَ فِي الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ)

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لَأُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا أَعْرَفَ فِيهِ الْجُوعَ فَهَلُ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ
فَقَالَتْ نَعَمْ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ
الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِي وَرَدَّتْنِي بِبَعْضِهِ ثُمَّ أَرْسَلْتَنِي إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهِ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ
قَالَ لِلطَّعَامِ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهُ
قَوْمُوا قَالَ فَاَنْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَاخْبَرْتُهُ
فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مِنَ الطَّعَامِ مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ
 قَالَ فَاذْهَبِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْبَلِي
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَا فَقَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّي يَوْمَ سَلِمِ مَا عِنْدَكَ فَآتَتْ بِذَلِكَ
 الْخُبْزِ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَتْ وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمَّ
 سَلِيمٍ عَكَّةً لَهَا فَادَمَّتُهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ
 أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشْرَةٍ بِالذُّخُولِ فَادْخُلْ لَهُمْ فَآكُلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ
 قَالَ ائْذَنْ لِعَشْرَةٍ فَادْخُلْ لَهُمْ فَآكُلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ
 لِعَشْرَةٍ فَادْخُلْ لَهُمْ فَآكُلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشْرَةٍ
 فَادْخُلْ لَهُمْ فَآكُلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشْرَةٍ حَتَّى أَكَلَ
 الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ رَجُلًا أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلًا.

عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے
 تھے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے۔ میرے خیال میں آپ بھوک میں مبتلا ہیں۔ کیا تمہارے پاس
 کچھ کھانے کو ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ انھوں نے چند ٹکیاں جو کی نکالیں، ان کو اپنی اوڑھنی کے کچھ
 حصہ میں لپیٹا اور میری بغل میں دے دیا اور اوڑھنی کا کچھ حصہ میرے اوپر ڈال دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما
 ہیں۔ آپ کے پاس اور لوگ بھی ہیں۔ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ
 کیا ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے پوچھا: کھانے پر بلایا ہے؟ میں نے کہا: جی
 ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے کہا: چلو۔ سب لوگ چل پڑے اور میں ان کے آگے

آگے تھا، یہاں تک کہ میں ابو طلحہ کے پاس آیا اور ان کو خبر دی۔ ابو طلحہ نے ام سلیم سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا تو نہیں کہ ان کو کھلا سکیں۔ انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو طلحہ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ گھر میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ام سلیم، لاؤ کیا ہے تمہارے پاس۔ انھوں نے وہی روٹیاں پیش کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو وہ چورا کی گئیں اور ام سلیم نے اپنی چمڑے کی کچی اوپر انڈیل دی اور اس کو سالن دار کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جو چاہا دعا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر بلاؤ۔ آپ کی اجازت سے انھوں نے کھایا، آسودہ ہو گئے اور نکل گئے۔ آپ نے پھر کہا: کہ بس آدمیوں کو بلاؤ۔ آپ کی اجازت سے انھوں نے کھایا، آسودہ ہو گئے اور نکل گئے۔ آپ نے پھر کہا: دس آدمیوں کو بلاؤ۔ آپ کی اجازت سے انھوں نے کھایا، آسودہ ہو گئے اور نکل گئے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ، آپ کی اجازت سے انھوں نے کھایا، آسودہ ہوئے اور نکل گئے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ، یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھایا اور آسودہ ہو گئے۔ یہ تمام لوگ ستر یا اسی آدمی تھے۔

وضاحت

یہ روایت صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتابوں میں بھی آئی ہے، لیکن الفاظ ہر جگہ بدلے ہوئے ہیں۔ زرقانی نے دس روایتوں کا حوالہ دیا ہے اور ان سب میں الفاظ مختلف ہیں۔ ان کے خیال میں موقع ایک ہی ہے، البتہ واقعات مختلف ہو سکتے ہیں جن کو اکٹھا کر کے ایک واقعہ بنانے میں کامیابی نہیں ہوتی۔ بعض محدثین کا خیال ہے کہ ان تمام روایات کے مواقع الگ الگ ہوں گے، حالانکہ واقعات کا اختلاف اس بات کا قرینہ نہیں ہوتا کہ ان کا موقع الگ الگ ہو۔ بعض روایات کی رو سے یہ واقعہ غزوہ خندق کے دوران پیش آیا۔ اس روایت میں جو کی روٹیوں کا ذکر ہے جن کا چورا بنایا گیا اور اس میں گھی یا تیل ملا کر نرم کیا گیا۔ دوسری روایات میں بکری ذبح کر کے شوربے کے ساتھ روٹی کھلانے کا۔ اگر یہ واقعہ غزوہ خندق کا ہے تو مسجد سے مراد مسجد نبوی نہیں ہوگی، بلکہ وہ جگہ ہوگی جہاں سب لوگ نماز کے لیے

جمع ہوتے ہوں گے۔ اس روایت کے مطابق روٹیاں تیار تھیں، جبکہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ مزدوری کے معاوضہ سے غلہ خرید کر پیسا گیا اور اس سے روٹی بنائی گئی۔ روایات میں کھانے والوں کی تعداد کا فرق بھی ہے۔ بعض کے نزدیک یہ تعداد چالیس تھی۔

باقی رہ گئی یہ بات کہ کھانے میں برکت ہو سکتی ہے تو یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ برکت ہوتی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بعد اس میں ہر برکت کی توقع ہو سکتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو معجزات بائبل میں بیان ہوئے ہیں، ان میں بھی ہے کہ بعض اوقات لوگوں کی بھیڑ ہوتی تھی کہ آپ ان کو کھانے کی دعوت دے دیتے۔ ان کا خادم پوچھتا کہ ان کو کہاں سے کھلائیں گے؟ وہ کہتے کہ تم کھلاؤ گے۔ وقت آنے پر پوچھتے کہ تمہارے پاس کتنی روٹی ہے؟ وہ کہتے: تین یا پانچ۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا معجزہ دکھاتے اور تمام گروہ کھا کر آسودہ ہو جاتا اور اس کے بعد بھی روٹی کے کئی ٹوکڑے اٹھائے جاتے۔ لہذا پیغمبر کی دعا کی برکت سے ایسا ہونا ممکن ہے۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَعَامُ الْإِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی اور تین کا کھانا چار آدمیوں کے لیے کافی ہونا چاہیے۔

وضاحت

واقعہ یہ ہے کہ اگر دل میں جگہ ہو تو کھانے میں بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر دل تنگ ہو تو پھر کھانے کی برکت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ہر روز تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ کھانا اگرچہ دو آدمی کا ہوتا ہے، لیکن تین چار کھا لیتے ہیں۔ روایت کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حکم ہے، بلکہ یہ ہے کہ ایسا ہونا چاہیے۔ آدمی کے دل میں فیاضی اور وسعت ہو، قناعت اور ایثار ہو، خود غرضی اور طمع نہ ہو۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اغْلِقُوا الْبَابَ وَ أَوْكُوا السِّقَاءَ وَ
اَكْفُوا الْإِنَاءَ أَوْ خَمِّرُوا الْإِنَاءَ وَ أَطْفِئُوا الْمِصْبَاحَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ
عَلَقًا وَلَا يَحُلُّ وَ كَاءً وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً وَ إِنَّ الْفُؤَيْسِقَةَ تُضُرُّ عَلَى النَّاسِ
بَيْنَهُمْ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
سونے سے پہلے دروازہ بند کر لو، مشکیزہ باندھ دو، برتن ڈھانک دو اور چراغ گل کر دو، کیونکہ شیطان بند
دروازے کو نہیں کھولتا، نہ مشکیزہ کا بندھن کھولتا اور نہ برتن کو کھولتا ہے، جبکہ چوہیا لوگوں کے گھروں کو
آگ لگا دیتی ہے۔

وضاحت

روزمرہ زندگی سے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایات دی ہیں جو بے حد قیمتی ہیں۔ یہ حکمت کی تعلیم
ہے۔ چھوٹی چھوٹی بے پروائیاں بعض اوقات بہت سنگین نتائج تک پہنچا دیتی ہیں۔ لہذا آدمی کو محتاط رویہ رکھنا چاہیے۔
قرآن مجید کی روشنی میں شیطان کو جو اختیار حاصل ہے، وہ بس اتنا ہے کہ صرف وسوسہ اندازی کرے۔ وہ عملاً کچھ نہیں
کر سکتا۔ چنانچہ وہ دلوں میں غلط فہمیاں ڈال کر فتنہ اندازی کرتا ہے۔ اگر اسے عملاً نقصان پہنچانے کا اختیار ہو تو کوئی
گھر سلامت نہ رہے۔ اسی حقیقت کی تعبیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

‘فُؤَيْسِقَهُ’ کا لفظ بہت ہی عمدہ ہے۔ طبیعت پھڑک اٹھی۔ یہ فاسقہ (چھنال) کی تصغیر ہے اور حضور نے اس
سے مراد چوہیا کو لیا ہے جو گھروں میں بڑے نقصانات کر دیتی ہے۔ گذشتہ زمانے میں اور آج بھی دیہاتوں میں
سرسوں کے تیل کے دیے استعمال ہوتے ہیں۔ چوہیا کی غذا اس میں ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ جلتی جلتی لے اڑتی اور گھر
میں آگ لگا دیتی ہے۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شَرِيحٍ

الْكَعْبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُتَّقِلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصُمْتُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَضَيْفَتُهُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَتَوَيَّعَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرَجَهُ.

ابو شریح الکعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ بھلی بات کرے یا چپ رہے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔ اور جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے، ایک دن اور ایک رات اس کی خاطر تواضع کرے اور تین دن تک میزبانی کرے۔ اس کے بعد جو ہے، وہ صدقہ ہے اور مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے پاس اتنا ٹھہرے کہ میزبان کو تنگ کر دے۔

وضاحت

زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روشن نہ فرمایا ہو۔ اس روایت میں زندگی کے بعد گوشتوں کے متعلق رہنمائی فرمائی ہے۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ زبان کھولے تو خیر کے لیے ورنہ خاموش رہے، کیونکہ سارے فتنے زبان کے بے جا استعمال سے جنم لیتے اور بالآخر آدمی کو جہنم میں لے جاتے ہیں۔ فضول بکواس، غیبت، تہمت، تحقیر نہیں کرنی چاہیے۔ کلمہ خیر ہے تو ٹھیک، ورنہ خاموشی اختیار کرنا ہی بھلے لوگوں کا طریقہ ہے۔

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ پڑوسی کی عزت اور مہمان کی قدر کرے، ورنہ اس کا ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت معتبر نہیں۔ مہمان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ پہلے دن اور رات کو آدمی اس کی خاطر تواضع کرے اور اس کے بعد تین دن تک ضیافت کرے، یعنی جو کچھ خود کھاتا ہے، وہ اسے بھی کھلائے۔ اس کے

بعد اس کو کھانا کھانا صدقہ ہے، یعنی وہ مہمان نہیں، بلکہ سائل کے درجہ میں ہوگا۔ مہمان کے لیے آپ نے یہ نصیحت فرمادی کہ وہ اتنا قیام نہ کرے کہ میزبان کی زندگی اجیرن کر دے۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ إِذِ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ وَخَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ مِنِّي فَنَزَلَ الْبئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ حَتَّى رَقِيَ ثُمَّ سَقَى الْكَلْبَ فَسَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا فَقَالَ فِي كُلِّ ذِي كَبِدٍ رَطْبَةٌ أَجْرٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص راستے میں جا رہا تھا کہ اس کو سخت پیاس لگی۔ اس نے ایک کنواں پایا تو اس میں اتر گیا۔ اس نے پانی پیا اور نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپتا ہوا پیاس کے باعث مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس کو خیال آیا کہ اس کتے کو بھی وہی پیاس ہے جس سے مجھے سابقہ تھا۔ وہ کنویں میں اتر آیا، اپنا موزہ پانی سے بھرا اور منہ میں پکڑ لیا، یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا۔ پھر پانی کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ خدمت پسند آئی تو اس کو بخش دیا۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ، کیا جانوروں کی خدمت کرنے میں بھی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جی، ہر زندہ جانور میں کہ جس کے اندر جگر ہے، اس کا اجر ہے۔

وضاحت

بعض اوقات جس جذبے کے تحت کوئی کام کرتا ہے، وہی اس کی اصل فطرت ہوتا ہے۔ جس شخص کا یہ جذبہ تھا کہ کتے کی پیاس دیکھ کر یہ کہے کہ اس کو بھی میرے جیسی پیاس لگی ہے، وہ یقیناً بھلا آدمی ہو سکتا ہے، فاسق و فاجر شخص نہیں

ہوسکتا۔ یہ ہر آدمی کا کام نہیں۔ اس شخص نے ایک ایسی خدمت کر دی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس کو معاف کر دیا۔ میرے خیال میں اس طرح کے آدمی نہایت شریف اور بنیادی طور پر نیک ہوتے ہیں۔ ان کے اندر رحم کا جذبہ ہوتا ہے۔ اس طرح کے آدمی کی غلطیاں ایسی نہیں ہوتیں کہ اس کو جہنم میں لے جائیں، بلکہ ان کی اس طرح کی نیکیوں سے دھل جاتی ہیں۔

لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ کوئی زانیہ فاسقہ عورت ایسا کام کرے تو بخش دی جائے گی تو بحث پیدا ہوتی ہے۔ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ اس طرح کے لوگ کبھی توفیق نہیں پاتے۔ جو بھلے لوگ ہوتے ہیں، ان کو ہی اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے کہ کوئی چھوٹی سی نیکی بھی وہ اس شان سے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے۔ اور اس کی خوشی ان کی بخشش کے لیے کافی ہوتی ہے۔

ایک بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آدمی کی اس نیکی نے اس کے اچھے اعمال کے پلڑے کو اتنا بھاری کر دیا کہ اس کے گناہوں کا پلڑا مقابلاً ہلکا ہو گیا۔ جس خلوص سے اس نے نیکی کی، اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی اس میں شامل کر کے اس کے نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کر دیا۔ ذالک فضل اللہ ہو تہ من یشاء۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ
بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْنَا قَبْلَ السَّاحِلِ فَأَمَرَ عَلَيْهِمُ
أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ قَالَ وَ أَنَا فِيهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتَّى
إِذَا كُنَّا بِيَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِي الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ فَجَمَعَ
ذَلِكَ كُلَّهُ فَكَانَ مَزُودِي تَمْرٍ قَالَ فَكَانَ يَقُوتُنَاهُ كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتَّى
فَنِي وَلَمْ تُصِبْنَا مِنْهُ إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ وَمَا تُعْنِي تَمْرَةٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا
فَقَدَهَا حَيْثُ فَنَيْتُ قَالَ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرْبِ
فَأَكَلَ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِي عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضَلْعَيْنِ مِنْ
أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَتَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَأْحَلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا وَلَمْ تُصِبْهُمَا.

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی جانب ایک مہم بھیجی اور اس پر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ یہ پوری پارٹی تین سو آدمیوں کی تھی اور میں بھی ان میں شامل تھا۔ کہتے ہیں کہ جب ہم راستے میں ہی تھے تو زاہر ختم ہو گیا۔ لشکر کے پاس جتنا غذائی سامان تھا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کل کا کل جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ کھجور کے دو توشہ دان بنے۔ کہتے ہیں کہ امیر ہمیں روزانہ تھوڑا تھوڑا راشن دیتے تھے، یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہو گیا اور ہمیں اس میں سے ایک ایک کھجور ملنے لگی۔ میں نے کہا: اس ایک کھجور سے کیا بنتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم نے اس کی کمی کو اس وقت محسوس کیا جب وہ بھی ختم ہو گئی۔ پھر ہم ساحل پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑی کی طرح کی ایک مچھلی پڑی ہوئی ہے۔ لشکر نے اس سے اپنی غذائی ضرورت پورے اٹھارہ دن پوری کی۔ پھر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اس کی دو پسلیاں گھڑی کی گئیں، پھر انھوں نے سواری کے اونٹ پر کجاوہ رکھوایا، پھر وہ سواری ان کے نیچے سے گزاری گئی اور وہ ان پسلیوں کو چھوئی نہیں۔

وضاحت

یہ واقعہ سر یہ سیف البحر کا ہے۔ زاہر ختم ہو جانے پر ایک عظیم الجثہ مچھلی کا ملنا مجاہدین کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد تھی جو غیر متوقع طور پر ان کو حاصل ہوئی اور انھوں نے اٹھارہ روز تک مچھلی کھائی۔ اس زمانے میں آج کل کے فریزر تو نہیں تھے۔ گوشت خشک کر کے رکھتے تھے۔ مچھلی کا بھی اور دوسرے جانوروں کا بھی۔ شریعت میں سمندر کا جانور حلال ہے اور اس کے لیے زندہ پکڑے جانے کی کوئی شرط نہیں۔ ہمارے ہاں فقہا میں دو گروہ ہیں، جو دو انتہاؤں پر ہیں۔ احناف کے ہاں معروف مچھلی کے سوا اور کوئی چیز جائز نہیں، حالاں کہ مچھلیاں بہت بڑی بڑی بھی ہوتی ہیں۔ شوافع کے ہاں شاید چند جانوروں کے سوا باقی سب سمندری جانور جائز ہیں۔ سمندری گھوڑے اور خنزیر، کچھوا اور کیڑے بھی ان کے مذہب میں حلال ہیں۔ عام تصور دین میں بھی ان کی فقہ میں بڑی وسعت ہے۔ احناف نے بالکل پابند کر دیا ہے۔ میرے خیال میں دونوں میں تھوڑی سی افراط و تفریط ہے۔ اصل میں دیکھا یہ گیا ہے کہ خشکی کے جانوروں میں جیسے ریچھ، سانپ اور کچھو بھی ہیں، اسی طرح پرندے بھی ہیں اور درندے بھی۔ پھر پرندوں میں بھی درندے ہیں، جو گوشت کھانے والے جانور ہیں۔ مذاق سلیم کے ساتھ یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ کون سی چیزیں کھانے کی ہیں اور کون سی

کھانے کی نہیں ہیں۔ چوپایوں میں بہت سے جانور جو جنگل میں پائے جاتے ہیں، مثلاً ہرن، گورخر، نیل گائے وغیرہ، یہ سب مویشی چوپایوں کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح سمندری جانوروں میں بہت سے ہیں جو خشکی کے درندوں (سباع) یا سانپوں کے مشابہ ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو انھی جانوروں کی مانند ہیں جن کو ہم کھاتے ہیں۔ مؤخر الذکر کا کھانا تو بلاشبہ جائز ہے، لیکن جو جانور سانپوں اور بچھوؤں کے مشابہ ہیں، ان کو نہیں کھانا چاہیے۔ علی ہذا القیاس سمندری پرندے مچھلیوں کے حکم میں نہیں آتے، بلکہ ان کا ذبح ہونا ضروری ہے، حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ وہ سمندر میں بھی رہتے ہیں اور خشکی پر بھی رہتے ہیں۔ ان کا دونوں طرف آنا جانا ہوتا ہے۔ ان میں بھی بہت سے پرندے ایسے ہیں کہ جن کے گوشت میں حلت و حرمت کی بحث پیدا ہوتی ہے۔ میں نے سمندر کا سفر کیا ہے اور دیکھا ہے کہ غول کے غول پرندے ہوتے ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانے کے نہیں ہیں اور ایسے بھی ہیں کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانے کے ہیں۔

باقی رہ گئی یہ بات کہ کیا اتنی بڑی مچھلی ہو سکتی ہے جس کی پھلیوں کو کھڑا کیا جائے تو ان کے نیچے سے اونٹ گزر سکے تو ایسا ہونا بعید نہیں۔ وہیل مچھلیاں بہت بڑی ہوتی ہیں۔ ان کے پیٹ میں کئی ہاتھی سما سکتے ہیں اور یہ مچھلیاں بعض اوقات سمندروں کے ساحلوں پر مردہ پائی بھی جاتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کوئی ایسی ہی مچھلی مجاہدین کی خوراک بنی۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ
جَدَّتِهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ لَا
تَحْقِرَنَّ جَارَةً لِحَارَتِهَا وَلَوْ كُرَاعَ شَاةٍ مُحْرَقًا.

عمر بن سعد کی دادی روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین کی بیویوں، تم میں سے کوئی بھی اپنی پڑوسن کے لیے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے، اگرچہ بکری کی جلی ہوئی کھری ہی کیوں نہ ہو۔

وضاحت

یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی ہے کہ اے مومن خواتین، تم میں سے کوئی بھی اپنی پڑوسن کے لیے اپنے تحفہ کو حقیر نہ جانے، اگرچہ یہ تحفہ بکری کی جلی ہوئی کھری ہی کیوں نہ ہو۔ بکری کا جلا ہوا کھریہ ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ہو تو یہ نہ سوچنا چاہیے کہ ایسا تحفہ کیا دینا۔ جو کچھ بھی میسر ہو، اس میں سے تحفہ بھیجنا

چاہیے۔ یہ محبت کا اظہار ہے۔ محبت کے اسی اظہار کے لیے دوسری روایت میں آیا ہے کہ تحفے دیا کرو۔ یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ کوئی اچھی سی چیز ہو تو تحفہ بھیجوں۔ اپنے اظہار تعلق کے لیے یہ ضروری ہے کہ کچھ بھی ہو بھیجنا چاہیے اور تحفہ وصول کرنے والے کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ کسی بھی تحفہ کو حقیر نہ خیال کرے۔ 'کراع' بکری کے کھر کو کہتے ہیں اور اس کو تیار کرنے کے لیے آگ پر جلاتے ہیں۔ جب اس کا سوپ نکلتا ہے تو وہ کوئی حقیر چیز نہیں ہوتا، وہ قیمتی ہوتا ہے، اگرچہ کھر خود اتنا قیمتی نہیں ہوتا۔ آج کل تو کھر کے بھی اتنے دام ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر ہوتے تو اتنی قیمتی ڈش کبھی نہ کھاتے۔ نفسیاتی طور پر یہ حقیقت ہے کہ تحفے تحائف محبت بڑھانے کا قابل اعتماد ذریعہ ہیں۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ نُهُوا عَنْ أَكْلِ الشَّحْمِ فَبَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ.

عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ یہود کو غارت کرے کہ ان کو چربی کھانے سے منع کیا گیا تو انھوں نے (یہ حیلہ کیا کہ) اس کو بیچا اور اس کی قیمت کھا گئے۔

وضاحت

قرآن مجید میں ہے کہ یہود کی سرکشی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اصر و اغلال کی نوعیت کی جو چیزیں ان پر حرام کیں، ان میں چربی بھی تھی، تو انھوں نے یہ طریقہ ایجاد کر لیا کہ چربی بیچ کر اس کی قیمت کھا جاتے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو چیز کھانے کے لیے حرام ہے تو اس کی تجارت کر کے فائدہ اٹھانا بھی حرام ہے۔ جس چیز کا کھانا ممنوع نہیں، اس کی بیچ کی حرمت کی بھی کوئی وجہ نہیں۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَانَ يَقُولُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَيْكُمْ بِالْمَاءِ الْقَرَّاحِ وَالْبُقْلِ الْبُرِّيِّ وَحُبْزِ الشَّعْبِيرِ وَإِيَّاكُمْ وَحُبْزِ الْبُرِّ فَإِنَّكُمْ لَنْ تَقُومُوا بِشُكْرِهِ.

امام مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم فرماتے تھے کہ اے بنی اسرائیل، تمہارے لیے صاف پانی، کھیتی کی سبزی اور جو کی روٹی ہے، یہ کھایا کرو اور گیہوں کی روٹی سے بچو کہ تم اس کا شکر نہیں ادا کر پاؤ گے۔

وضاحت

یہ امام مالک کے بلاغات میں سے ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ بات انھوں نے کہاں سے سنی۔ اس پر نہ ہی حدیث کا اطلاق ہوتا ہے، اور نہ ہی یہ بات انجیلوں میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معروف اقوال جو انھوں نے سنے، ان میں سے یہ ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام مالک سند کو اہمیت نہیں دیتے، اگر بات مفید ہو تو روایت کر دیتے ہیں۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَوَجَدَ فِيهِ أَبَانَكَرَ الصَّنْدِيقِ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَسَالَهُمَا فَقَالَا أَخْرَجَنَا الْجُوعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَخْرَجَنِي الْجُوعُ فَذَهَبُوا إِلَى أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيْهَانِ الْأَنْصَارِيِّ فَأَمَرَهُمْ بِشَعِيرٍ عِنْدَهُ يُعْمَلُ وَقَامَ يَذْبَحُ لَهُمْ شَاةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَبُ عَنْ ذَاتِ الدَّرِّ فَذَبَحَ لَهُمْ شَاةً وَاسْتَعْدَبَ لَهُمْ مَاءً فَعَلَّقَ فِي نَخْلَةٍ ثُمَّ أَتُوا بِذَلِكَ الطَّعَامِ فَأَكَلُوا مِنْهُ وَشَرِبُوا مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسْئَلَنَّ عَنْ نَعِيمِ هَذَا الْيَوْمِ.

مالک کہتے ہیں کہ یہ بات ان کو پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو انھوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مسجد میں پایا۔ ان سے پوچھا (کہ کیسے آنا ہوا)؟ تو انھوں نے کہا کہ ہم بھوک کے ستائے ہوئے نکلے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ مجھے بھی بھوک ہی نے نکالا ہے۔ پھر وہ ابو الہیثم بن التیہان انصاری کے پاس گئے تو ان کے پاس جو کا آٹا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو بنایا جائے۔ وہ اٹھے کہ مہمانوں کے لیے بکری ذبح کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو دودھ والی سے بیچو۔ انہوں نے ایک بکری ذبح کی اور ٹھنڈا پانی لائے اور اس کا مشکیزہ کھجور کے تنے سے لٹکا دیا۔ پھر کھانا لایا گیا اور اس میں سے سب نے کھایا اور پانی پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج جو نعمت نصیب ہوئی ہے، اس کے متعلق قیامت میں تم سے پوچھا جائے گا۔

وضاحت

یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ لیکن موطا میں یہ امام مالک کے بلاغات میں سے ہے۔

اس روایت میں کچھ چیزیں قابل غور ہیں۔ ہمارے ہاں تو بیہی تین ہستیاں امت کا سرمایہ ہیں۔ روایت کی رو سے ان تینوں کا حال یہ تھا کہ بھوک سے لاچار ہو کر گھر سے نکل پڑیں۔ بھوک تو بلاشبہ لگ سکتی ہے، لیکن یہ کیا کہ کھانے کی طلب میں گھر سے نکل پڑیں۔ آخر مقصد کیا تھا؟ کیا یہ تھا کہ کوئی ہمارے چہرے کو دیکھ کر پوچھے کہ کیا بات ہے تو کہہ دیں کہ خیر نہیں ہے، کچھ کھلاؤ۔ یا یہ کہ کوئی ہماری حالت کو دیکھ کر ہی ترس کھا جائے اور کچھ لا کر کھلا دے۔ یہ باتیں میں اپنے متعلق گمان نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گمان کروں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگتی رہی ہے، لیکن اور کوئی واقعہ ایسا نہیں پایا کہ گھر سے اس مقصد کے ساتھ نکلے ہوں کہ کوئی کھانا کھلا دے۔

علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایک اور روایت کے مطابق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک پیاس نہیں لگتی تھی، جبکہ اس روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بھوک نے گھر سے باہر نکالا ہے۔

اسی طرح کی ترمذی کی روایت میں بیان ہوا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا کہ وہ کیسے آئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے سوچا کہ آپ کی زیارت ہو جائے گی۔ یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگرچہ یہاں یہ روایت امام مالک کے بلاغات میں سے ہے، لیکن مسلم میں یہ حدیث

موصول ہے اور اس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام غزوہ خیبر کے بعد کا ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کا یہ حال نہیں رہا تھا کہ ایسی فاقہ کشی پیش آتی ہو۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں تو خیبر کی کافی جائداد آئی تھی۔ دوسرے مسلمان بھی اس زمانہ میں خوش حال ہو گئے تھے۔ لہذا روایت میں بیان کی گئی کیفیت امر واقعی کے خلاف ہے۔ اگر یہ بات ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی سے سن کر پچھلے دور کا واقعہ بیان کیا ہے تو انہیں بتانا چاہیے تھا کہ فلاں سے یہ سنا ہے، کیونکہ وہ خود واقعہ کے شاہد نہ تھے۔ ایک ایسے واقعہ کے متعلق جو اس زمانے میں پیش آیا جب وہ مسلمان بھی نہ تھے تو ان کا راوی ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ بالفرض اگر یہ تینوں اکابر امت بھوکے تھے تو اس وقت کے معاشرے میں یہ کس کے ہاں مہمان بن کر جاسکتے تھے؟ جن صحابی کا نام یہاں لیا گیا ہے، ان کے ہاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا جانا معروف نہیں ہے۔ نیز ان کی شخصیت پر بھی راویوں کا اتفاق نہیں ہے۔ دوسری روایت میں حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں جانے کا ذکر ہے تو ان کے پاس کھجور کا ایسا باغ نہیں تھا، جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے۔ کھجور کا باغ حضرت ابوطلمحہ کے پاس تھا۔ وہاں حضور جاتے تو وہ کھجور اور ٹھنڈا پانی پیش کیا کرتے۔ زرقانی نے روایت کے کئی طریقے نقل کیے ہیں اور ہر ایک میں الگ الگ بیان ہے اور یہ معین نہیں ہوتا کہ یہ کس کا قصہ ہے۔

یہ اس روایت کی مشکلات ہیں۔ جہاں تک واقعہ کا تعلق ہے تو اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ پیش آیا ہوگا۔ اور آں حضرت کا یہ فرمانا نہایت بر محل ہے کہ اس نعمت کے متعلق سوال ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہوا کہ اپنے گھر سے بھوکے نکلے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اچھا خاصا گوشت کھلا دیا۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَأْكُلُ حُبْزًا بِسَمْنٍ فَدَعَا رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الدِّمَةِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ وَيَتْبَعُ بِاللُّقْمَةِ وَضَرَ الصَّحْفَةَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ كَأَنَّكَ مُتْفِرٌّ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا أَكَلْتُ سَمْنًا وَلَا لُكْتُ أَكْلًا بِهِ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ عُمَرُ لَا أَكُلُ السَّمْنَ حَتَّى يَحْيَا النَّاسُ مِنْ أَوَّلِ مَا يَحْيَوْنَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روغن کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے کہ اہل ذمہ میں سے ایک آدمی کو

(کھانے میں شریک کرنے کے لیے) بلا لیا۔ وہ رکابی میں سے وہ روغن کھانے لگا جو ادھر ادھر کونوں میں لگا لپٹا رہ گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم عرصے سے فاتے میں رہے ہو؟ اس نے کہا کہ نہ میں نے روغن کھایا اور نہ فلاں زمانہ کے بعد سے کسی کو اس کے ساتھ روٹی کھاتے دیکھا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب میں روغن نہیں کھاؤں گا جب تک لوگوں پر پہلی بارش کا چھینٹا نہ پڑ جائے۔

وضاحت

معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت اس قحط کے زمانے سے متعلق ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پڑا تھا۔ 'یحیا الناس من اول ما یحیون' کا یہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے کہ جب تک لوگوں کی حالت پہلے جیسی نہ ہو جائے یعنی قحط کی حالت ختم نہ ہو جائے۔ بارش بھی قحط دور کرنے اور زندگی رکھی ہمارے کا ذریعہ بنتی ہے، اس لیے میں نے لوگوں پر بارش کا چھینٹا پڑنے کے معنی لیے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ذمی کی حالت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور قحط کے ختم ہونے تک روغن کھانا ترک کر دیا۔ یہ خلیفہ وقت نے مسلمانوں کے لیے مثال قائم کی۔ اگر ملک کے سربراہ کے دل میں عوام کا واقعی درد ہو تو وہ اپنے اوپر اس طرح کی پابندیاں عائد کرتا ہے۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يُطْرَحُ لَهُ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ فَيَأْكُلُهُ حَتَّى يَأْكُلَ حَشْفَهَا.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اور وہ اس وقت امیر المؤمنین تھے، کہ ان کے آگے ایک صاع بھر کھجور ڈال دیے جاتے اور وہ ایسے کھجور بھی کھاتے جو خراب ہوتے۔

وضاحت

'حشف' اس کھجور کو کہتے ہیں جو سوکھ کر خراب ہوگئی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے

جب کھجوریں رکھی جاتیں تو وہ ایسی کھجور بھی کھا لیتے تھے جو قدرے خراب ہوتی۔ ان کا وہ حصہ جو کھانے کے قابل نہ ہوتا، صرف اسی کو پھینکتے۔ ان کے سامنے کھجور پیش کرنے میں بھی رکھ رکھاؤ کا خیال نہیں ہوتا تھا، کیونکہ انھوں نے بالکل سادہ عوامی انداز زندگی اپنا رکھا تھا۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ
سُئِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي قَفْعَةً نَأْكُلُ
مِنْهُ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کے متعلق ان کا فتویٰ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک ٹوکری میرے آگے رکھ دی جائے کہ ہم اس میں سے کھائیں۔

وضاحت

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق آج بھی وہ جنگل کے شہد اور ٹڈیوں پر گزارا کرتے تھے۔ یہ ضرورت پر منحصر ہے۔ اگر کوئی چیز میسر نہ ہو تو ٹڈی کھانا ٹھیک ہے۔ جس چیز کو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کھایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے کھانے کی خواہش ظاہر کی تو اس کا کھانا بہر حال جائز ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ٹڈی جو ہمارے ہاں آتی ہے، اس میں اور صحرا کی ٹڈی میں بڑا فرق ہوتا ہے، لیکن یہ بات کچھ درست نہیں معلوم ہوتی۔ صرف چھوٹی بڑی کا فرق ہو سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہی وہ چیزیں ہیں جن کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ آپ نے اپنے بعد آنے والے تمام خلفاء کو شکست دے دی۔ اب کس کی طاقت ہے کہ آپ کی تقلید کر سکے گا۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ
مَالِكِ بْنِ حُثَيْمٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ بَارِضِهِ بِالْعَقِيقِ فَاتَاهُ

قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ عَلَى دَوَابِّ فَنَزَلُوا عِنْدَهُ قَالَ حُمَيْدٌ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ
 اذْهَبْ إِلَى أُمِّي فَقُلْ إِنَّ ابْنِكَ يُقَرِّئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ أَطْعَمِينَا شَيْئًا قَالَ
 فَوَضَعَتْ لَهُ ثَلَاثَةَ أَقْرَاصٍ فِي صَحْفَةٍ وَشَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَ مَلْحٍ ثُمَّ وَضَعَتْهَا
 عَلَى رَأْسِي وَ حَمَلْتُهَا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا وَضَعْتُهَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ كَبَّرَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَ
 قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَشْبَعَنَا مِنَ الْخُبْزِ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ طَعَامَنَا إِلَّا
 الْأَسْوَدَيْنِ الْمَاءَ وَ التَّمْرَ فَلَمْ يُصَبْ مِنَ الطَّعَامِ شَيْئًا فَلَمَّا انْصَرَفُوا قَالَ يَا
 ابْنَ أَخِي أَحْسِنُ إِلَى غَنَمِكَ وَ امْسَحِ الرُّعَامَ عَنْهَا وَ أَطْبِ مَرَاحَهَا وَ صَلِّ
 فِي نَاحِيَّتِهَا فَإِنَّهَا مِنْ دَوَابِّ الْجَنَّةِ وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ
 عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تَكُونُ الثَّلَاثَةُ مِنَ الْعَنَمِ أَحَبَّ إِلَى صَاحِبِهَا مِنْ دَارِ مَرُوانَ .

حمید بن مالک کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے رقبے العقیق میں
 تھا۔ اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ اپنی سواروں پر آئے اور ان کے پاس اترے۔ حمید کہتے ہیں کہ
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ تم میری امی کے پاس جاؤ اور کہو کہ بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے
 اور کہتا ہے کہ ہم کو کچھ کھلائیے۔ کہتے ہیں کہ والدہ نے تین ٹکیاں اور کچھ روغن اور نمک رکابی میں رکھا۔
 پھر اس کو میرے سر پر رکھا اور میں ان کے پاس لے کر آیا۔ جب میں نے رکابی ان کے آگے رکھی تو
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور کہنے لگے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں روٹی کا
 کھانا کھلایا، جبکہ پہلے ہماری غذا صرف دو سیاہ چیزیں تھیں، یعنی پانی اور کھجور، اور کھانے کی قسم کی کوئی
 چیز نہ ملتی تھی۔ جب لوگ چلے گئے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے میرے بھتیجے، اپنی بکریوں کی
 اچھی طرح دیکھ بھال کرو، ان کی ناک صاف کیا کرو، ان کے ڈیرے کی خوب صفائی رکھو اور اسی
 ڈیرے میں نماز پڑھ لیا کرو، کیونکہ یہ جنت کے جانوروں میں سے ہیں۔ اور اس ذات کی قسم جس کی
 مٹھی میں میری جان ہے، قریب ہے کہ وہ زمانہ آئے کہ بکریوں کا ایک ریوڑ اس کے مالک کو مروان

کے محل سے زیادہ مرغوب ہوگا۔

وضاحت

یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔ وہ اپنے ماضی کے احوال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا جب غربت کا یہ عالم تھا کہ کھانے کے لیے صرف کھجور اور پانی میسر تھے۔ اب اللہ کا شکر ہے کہ کھانے کو روٹی اور روغن ملتا ہے۔ کھجور اور پانی کے لیے انھوں نے لفظ 'اسودین' (دوسیاہ چیزیں) استعمال کیا ہے، جبکہ پانی سیاہ نہیں ہوتا، البتہ کھجور بالعموم سیاہی مائل ہوتی ہے۔ یہ لفظ کا استعمال علی السبیل التغلیب ہے اور عام بول چال کی بات ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مستقبل کے متعلق ایک پیشگوئی کرتے ہیں کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ جس آدمی کو اپنے ایمان کی سلامتی عزیز ہوگی، اسے مروان بن الحکم (اموی خلیفہ) کے محل کا قرب عزیز نہیں ہوگا، بلکہ وہ پسند کرے گا کہ اپنی بکریوں کا ریوڑ پہاڑوں میں جا کر چرائے اور اس طرح اپنی روزی کمائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ بکریاں جنت کے جانور ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ پیشین گوئی اور بکریوں کے جنت کے جانور ہونے کے امور کی بنیاد کیا ہے۔ محدثین کا کہنا یہ ہے کہ اس طرح کی تمام روایات میں کوئی صحابی بات اپنے بل بوتے پر نہیں کہہ سکتے۔ لازماً انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہوگا۔ لہذا اسی بنا پر ان کا بیان حدیث بن جاتا ہے۔ بعض جگہ تو محدثین کی یہ بات درست بیٹھتی ہے، لیکن کہیں کہیں اس میں تردد ہوتا ہے۔ اس بات کو بطور اصول ماننا آسان نہیں۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي نَعِيمٍ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ أَتَى رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ وَمَعَهُ رَبِيبُهُ عُمَرُ بْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّ اللَّهُ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ.

وہب بن کیسان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا اور آپ کے ساتھ آپ کے ربیب عمر بن سلمہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور جو تمہارے سامنے ہے، اس میں سے کھاؤ۔

وضاحت

ربیب اس بچے کو کہتے ہیں جو بیوی کا اس کے سابق شوہر سے ہو۔ عمر بن سلمہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابوسلمہ کے بیٹے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پرورش کرتے تھے۔ جب وہ پلیٹ میں ادھر ادھر ہاتھ مار رہے ہوں گے تو آل حضرت نے ان کو کھانے کے آداب بتاتے ہوئے فرمایا کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھا کرو اور جب بہت سے لوگ مل کر کھائیں تو ہر ایک کو اس بات کا لحاظ کرنا چاہیے کہ دوسرے بھی کھا رہے ہیں۔ لہذا دست درازی نہیں کرنی چاہیے، اور پلیٹ کے اس حصہ میں سے کھانا چاہیے جو اپنے سامنے ہو۔

بسم اللہ سے مراد بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ جو کہا ہے کہ پہلے لقمہ پر بسم اللہ اور دوسرے پر الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے اس کی حقیقت کچھ نہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پورا پڑھنا چاہیے۔ ہاں شروع میں اگر بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے یا پھر آخر میں پڑھ لے۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ إِنَّ لِي يَتِيمًا وَلَهُ إِبِلٌ أَفَأَشْرَبُ مِنْ لَبَنِ إِبِلِهِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنْ كُنْتَ تَبْغِي ضَالَّةَ إِبِلِهِ وَ تَهْنَأُ جَرَبَاهَا وَ تَلْطُ حَوْضَهَا وَ تَسْقِيهَا يَوْمَ وَرْدِهَا فَاشْرَبْ غَيْرَ مُضِرٍّ بِنَسْلِ وَلَا نَاهِكٍ فِي الْحَلْبِ.

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک شخص عبداللہ بن عباس کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ میری نگرانی میں ایک یتیم ہے اور اس کے کچھ اونٹ ہیں، تو کیا میں اس کی اونٹنیوں کے دودھ میں سے کچھ پی سکتا ہوں۔ تو ابن عباس نے اس سے کہا کہ اگر تم اس کے کھوئے ہوئے اونٹ کو تلاش کرتے ہو، خارش زدہ اونٹوں کو تیل ملتے ہو، ان کے حوض کی لپائی کرتے ہو اور ان کی باری کے دن پانی پلاتے ہو تو بے شک پیو، بشرطیکہ ان کے بچے کو نقصان نہ پہنچے اور سارا دودھ نچوڑنے والے نہ بنو۔

وضاحت

قرآن مجید میں یہ اجازت دی گئی ہے کہ حیثیت کے مطابق یتیم کے مال سے اس کا ولی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی اجازت کی روشنی میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ اگر یہ تمام خدمات انجام دیتے ہو تو دودھ بھی لے سکتے ہو، بشرطیکہ اونٹنی کے بچوں کو اس سے محروم کرنے والے نہ بنو۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ لَا يُؤْتِي أَبَدًا بِطَعَامٍ وَلَا شَرَابٍ حَتَّى الدَّوَاءُ فَيَطْعَمُهُ أَوْ يَشْرِبُهُ إِلَّا قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا وَأَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَنَعَّمَنَا اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ الْفِتْنَا نِعْمَتَكَ بِكُلِّ شَرٍّ فَاصْبَحْنَا مِنْهَا وَآمَسْنَا بِكُلِّ خَيْرٍ فَنَسَأُكَ تَمَامَهَا وَشُكْرَهَا لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ إِلَهَ الصَّالِحِينَ وَرَبُّ الْعَالَمِينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ہشام اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ان کے سامنے کوئی چیز کھانے یا پینے کی لائی جاتی، یہاں تک کہ دوا بھی، اور وہ کھاتے یا پیتے تو یہ دعا ضرور کرتے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور ہم کو کھلایا اور پلایا اور نعمت بخشی۔ اے اللہ، تو بہت بڑا ہے۔ اے اللہ، تیری نعمت نے ہم کو پایا ہماری تمام برائیوں کے باوجود اور ہم صبح و شام اس کے خیر سے متمتع ہونے لگے۔ اے اللہ، ہم تجھ سے اس نعمت کا اتمام اور اس کے شکر کی توفیق مانگتے ہیں۔ نہیں ہے کوئی خیر تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔ اے نیکوں کے اللہ اور اے عالم کے خدا۔ شکر ہے اللہ کے لیے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی قوت نہیں۔ اے اللہ تو نے ہمیں جو رزق دیا ہے، اس میں برکت دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

وضاحت

روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عروہ نے یہ دعا آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی، نہ ہی خود انہوں نے اس کا

کوئی حوالہ دیا ہے۔ یہ ان کی اپنی دعا معلوم ہوتی ہے۔ الفاظ کی ترتیب سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے اس کو کوئی مناسبت نہیں۔ اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں والی چستی نہیں پائی جاتی۔ بہر حال وہ شکر نعمت کے طور پر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

قَالَ يَحْيَى سَأَلَ مَالِكٌ هَلْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ غَيْرِ ذِي مَحْرَمٍ أَوْ مَعَ غُلَامٍهَا فَقَالَ مَالِكٌ لَيْسَ بِذَلِكَ بَأْسٌ إِذَا كَانَ ذَلِكَ عَلَى وَجْهِ مَا يُعْرَفُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَأْكُلَ مَعَهُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ وَقَدْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ زَوْجِهَا وَمَعَ غَيْرِهِ مِمَّنْ تَوَاكَلَهُ أَوْ مَعَ أَحْيَاهَا عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ وَ يُكْرَهُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَخْلُوَ مَعَ الرَّجُلِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا حُرْمَةٌ.

یحییٰ کہتے ہیں کہ امام مالک سے فتویٰ پوچھا گیا کہ عورت کسی غیر محرم یا اپنے غلام کے ساتھ کچھ کھا پی سکتی ہے؟ امام مالک نے کہا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ وہ اس طریقے سے کھائے جو عورت کے لیے معروف ہے۔ انھوں نے کہا کہ عورت کبھی کبھی اپنے شوہر کے ساتھ اور کبھی کسی دوسرے کے ساتھ جس کے ساتھ اس کا کھانا پینا ہوتا ہے یا اپنے بھائی کے ساتھ کھانا کھا لیتی ہے۔ لیکن یہ مکروہ ہے کہ عورت کسی ایسے آدمی کے ساتھ تنہا ہو جس کی اس کے ساتھ حرمت نہیں ہے۔

وضاحت

یہ امام مالک کا فتویٰ ہے کہ نامانوس غیر محرم آدمی کے ساتھ تنہا بیٹھ کر عورت کے کھانے پینے میں حرج ہے۔ لیکن اعزہ واقربا میں سے اور دوستوں میں سے بھی جو اعتماد کے لوگ ہوتے ہیں، اگر کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں تو ان کی موجودگی میں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نہ ہو تو معاشرتی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی روشنی میں پردے کے احکام میں اپنے رسالہ میں بیان کر چکا ہوں۔ مزید تفصیل کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ کر لیں۔